جماعت احمدیہ کی پہلی صدی کے آخری رمضان کے آخری ایام خصوصی دعاؤں اور دکھی انسانیت کی خدمت میں گزاریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳؍ مئی ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیت تلاوت کی:

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (الزمر:۱۹)

پھر فرمایا:

یہ آیت کریمہ سورۃ الزمر کی ۱۹ویں آیت ہے جس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے اس سورۃ کے شروع میں قرآن کریم میں راتوں کو اُٹھ کر عبادت کرنے والوں کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے اور بار بار مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (الاعراف:۳۰) کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ راتوں کو اُٹھ کر عبادت کرنے والے جو اپنے دین کو خدا کی خاطر خالص کر لیتے ہیں۔ اُن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیا سلوک فرماتا ہے۔ پھر اُس کے بعد قرآن کریم ان عبادت کرنے والوں کی بعض صفات بیان فرماتا ہے تا کہ اُن میں اور کھوکھلی اور سطحی عبادت کرنے والوں میں فرق ظاہر ہو جائے کیونکہ بسا اوقات راتوں کو اُٹھ کر عبادت کرنے والے ایسے طبقات سے، ایسے گروہوں سے بھی تعلق رکھتے ہیں جن کی عبادتیں اُن کی روح میں جذب ہو کر اُن میں کوئی پاک تبدیلی پیدا نہیں کرتی۔ چنانچہ قرآن کریم نے ایسے ہی گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے، ایسے عبادت کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝

الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون:۵۔۶) ایسے نمازیوں پر ہلاکت ہے، ایسے نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے کہ جو نمازی تو ہیں مگر نمازوں سے غافل ہیں۔ یعنی نمازیں جو نیک اثر پیدا کرتی ہیں اُن اثرات سے محروم ہیں یعنی نمازوں کا حق ادا کرنے سے غافل ہیں۔ چنانچہ ایک ایسی تعریف بھی ایسے نیک بندوں کی کی گئی جن کی عبادتیں خدا کے ہاں مقبول ہوتی ہیں، جو اپنا نیک اثر دکھاتی ہیں کہ سچے عبادت کرنے والے اور فرضی عبادت کرنے والوں کے درمیان یہ ایک نمایاں تفریق کرنے والی علامت بن جاتی ہے۔ فرمایا:۔
الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جب بھی کوئی بات سنتے ہیں توجہ سے سنتے ہیں اور پھر اُس میں سے بہترین کی پیروی کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ یہی وہ لوگ ہیں جن کو خدا ہدایت عطا فرماتا ہے۔ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور یہی صاحب عقل لوگ ہیں۔ اس میں یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ کو ہم عام معنوں میں بھی لے سکتے ہیں اور مخصوص معنوں میں بھی لے سکتے ہیں۔ یعنی ایسے لوگ عادتاً، مزاجاً جو بھی اُن سے بات کہی جائے قطع نظر اس کے کہ بات کہنے والا کون ہے۔ اُس بات پر غور کرتے ہیں اور سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کہنے والے نے کیا کہا ہے۔ محض کسی شخص کے بائیکاٹ کے نتیجے میں، کسی شخص سے نفرت کے نتیجے میں وہ اُس کی بات سننے سے انکار نہیں کرتے۔ وہ اچھی باتوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا قطع نظر اس کے کہ بات کہنے والا کون ہے۔ اُس کا ذکر بھی قرآن کریم نہیں فرماتا۔ فرماتا ہے:۔
یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ ان کی عادت ہے کہ جب باتیں بیان کی جاتی ہیں تو وہ سنتے ہیں۔ پھر فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ جو بُری باتیں ہیں اُن کو رد کر دیتے ہیں اُن سے اعراض کرتے ہیں اور جو اچھی بات اُن کو ہاتھ آجائے اسے اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسے ریت کو چھاننے والے سونا نکالتے ہیں۔ بظاہر زیادہ وقت اُن کا ریت کے اوپر صرف ہو رہا ہوتا ہے جس کو وہ الگ کرتے ہیں کیونکہ سونے کے مقابل پر وہ ہزاروں گنا زیادہ وزن رکھتی ہے اور بڑی محنت اُن کی ریت پر ہی صرف ہو رہی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن اُس کے نتیجے میں جو تھوڑا سا سونا اُن کے ہاتھ میں آتا ہے۔ وہ اُن کی محنت کا کافی سے زیادہ بدلہ بن جاتا ہے۔ تو فرمایا وہ ہر قسم کی بات سُن لیتے ہیں اور پھر تلاش میں رہتے ہیں کہ اس میں سے اچھی

بات کون سی ہے اور پھر اُس کو سُن کے اُس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ تو عام معنوں میں اُن کی تعریف ہے اور اس کی تائید میں آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث ملتی ہے۔ الحکمة ضالة المومن (ترمذی کتاب العلم حدیث نمبر: ۲۶۱۱) حکمت کی بات مومن کی اپنی گم شدہ چیز ہے۔ جہاں سے بھی، جس طرف سے بھی جس شخص سے بھی وہ حکمت کی بات پاتا ہے اُسے اس طرح قبول کرتا ہے جیسے اُس کی اپنی ہی چیز تھی جو کھوئی گئی تھی۔ ضآلة گمی ہوئی اُونٹنی یا اسی قسم کے اور جانور کو بھی کہتے ہیں جو بچھڑ جاتی ہے گُم ہو جاتی ہے، صحرا میں۔ اُسے تلاش کرنے کے بعد جیسی خوشی ہوتی ہے۔ اُس طرح مومن کو ہر اچھی چیز پالینے سے خوشی ہوتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میری ہی چیز تھی اور مجھے مل گئی۔ اسی طرح یہ خدا کے مومن بندے ہر طرف سے اچھی باتوں کو قبول کرنے کے لیے مستعد رہتے ہیں۔ پھر دوسرے معنی خصوصیت رکھتے ہیں اور ان کا تعلق حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اقوال یا انبیاء کے اقوال یا اللہ کے کلام سے ہے۔ وہ لوگ جو خدا سے باتیں سُن کر آگے بیان کرتے ہیں یعنی مذہبی امور، نیکی کے امور بیان کرتے ہیں۔ وہ سارے اس آیت کی ذیل میں خصوصیت کے ساتھ آجاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ تو ہمیشہ اچھی باتیں ہی کرتے ہیں۔ پھر یہ کیوں کہا گیا کہ خدا کے مومن بندے اُن کی باتیں سُنتے ہیں فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُن میں سے پھر وہ اچھی باتیں چن لیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہاں احسن کا لفظ افضلیت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس خصوصیت کے ساتھ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جب وہ اچھی باتیں سُنتے ہیں تو اچھی باتوں میں سے بھی ادنیٰ درجے کی اچھی باتیں قبول نہیں کرتے بلکہ اعلیٰ درجے کی اچھی باتیں قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ پر جو تعلیم نازل فرمائی گئی وہ مختلف طبقات کو ملحوظ رکھتے ہوئے، مختلف انسانوں کی طاقتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ادنیٰ درجے کی بھی ہے یعنی نسبتاً ادنیٰ درجے کی، اپنے سے جب مقابلہ کیا جائے تو اُس کے مقابل پر ادنیٰ درجے کی اور نسبتاً اعلیٰ درجے کی بھی ہے۔ کم سے کم فرائض بھی ہیں جن کو آپ ادا کردیں تو دین کا ابتدائی حق ادا ہو جاتا ہے اور پھر زیادہ سے زیادہ کی تو حد کوئی دکھائی نہیں دیتی۔ ہر انسان کی اپنی توفیق کے مطابق اُس کے احسن کا ایک معیار بنتا چلا جاتا ہے۔ جو انبیاء کا احسن ہے اُس تک تو عام بندے کی رسائی بھی نہیں ہوتی، اُس کی نظر بھی نہیں پہنچتی اور جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا احسن ہے اُس تک پہنچنے کے لیے کامل غلامی کی ضرورت ہے، حضرت مسیح موعودؑ کی آنکھ کی ضرورت ہے، ایک عاشق کامل کی

ضرورت ہے۔ اُس کے واسطے سے اُس کے ذریعے سے آپ کو اُس کی خبر مل سکتی ہے مگر اُس کی کیفیت کا اندازہ کوئی عام انسان نہیں کر سکتا۔ اس لیے احسن کا مضمون یہاں بالکل اور معنی اختیار کر جائے گا۔ مراد یہ ہے کہ پھر جب وہ اچھی باتیں سُنتے ہیں تو اُن میں سے اپنی توفیق کے مطابق جو بہتر سے بہتر بات اختیار کر سکتے ہیں، وہ اُس کو اختیار کرتے ہیں۔ اور ادنیٰ پہ راضی نہیں ہوتے اور اگر ادنیٰ پہ کوئی راضی ہو بھی جائے تو اُس پر حرف نہیں آ سکتا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں آپؐ کے حضور ایک بدو حاضر ہوا اور اُس نے آ کے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھے یہ بتایئے کہ کم سے کم اسلام کیا ہے؟ اُس سے کم ہو نہیں سکتا وہ ضروری ہے۔ آپ نے کم سے کم اسلام بتایا۔ اُس نے کہا بس میرے لیے یہی کافی ہے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تمہیں خطرہ کوئی نہیں پھر۔ (مسلم کتاب الایمان حدیث نمبر: ۱۲) اگر کم سے کم بھی کر لو تمہیں خطرہ کوئی نہیں ہے۔ لیکن جو حضور اکرم ﷺ کے سچے عشاق تھے وہ درجہ بدرجہ احسن سے احسن کی تلاش میں رہتے تھے۔ اپنی اپنی حیثیت، اپنی اپنی توفیق کے مطابق وہ بلند تر نظریں رکھتے تھے اور آنحضور ﷺ کی پیروی میں حتی المقدور کوشش کرتے تھے۔ اس لیے یہاں اس کا مطلب یہ ہوا۔ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ کہ وہ جب خدا کے پاک بندوں کی باتیں سُنتے ہیں یا خدا کا کلام اُس کے بندوں کے ذریعہ سُنتے ہیں۔ تو اُس میں سے بھی وہ بہترین کی تلاش کرتے ہیں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ یہ وہ لوگ ہیں جن کی ہدایت اللہ پر فرض ہے۔ خدا نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اُن کو ضرور ہدایت دے گا وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کے نزدیک صاحب عقل لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بے انتہا احسان ہے کہ اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو جماعت عطا فرمائی۔ اُس پر یہ آیت چسپاں ہوتی ہے اور بعینہ صادق آتی ہے اور اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکار کرنے والوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے والوں میں ایک تفریق کر کے دکھاتی ہے۔ چنانچہ آپ آفاقی نظر سے عالم اسلام میں جو کچھ ہو رہا ہے اُس کو دیکھیں تو یہ نہایت ہی دردناک حقیقت آپ کے سامنے آئے گی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو چھوڑ کر باقی مسلمانوں میں دن بدن بدقسمتی سے یہ رجحان پیدا ہوتا چلا جا رہا ہے کہ جب اُن کو بُری باتوں کی طرف بلایا جائے تو وہ لبیک کہتے ہیں اور دوڑ کر آگے آتے ہیں اور جب

اچھی باتوں کی طرف بلایا جائے تو اعراض کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ عبادت بھی کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ اُن میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کی راتیں عبادت کی وجہ سے آباد دکھائی دیتی ہیں اور مسجدیں بھری ہوئی دکھائی دیتی ہیں لیکن بدنصیبی سے اسلام کی بہترین تعلیم پر عمل کرنے سے قاصر ہیں۔

چنانچہ سارے عالم اسلام میں جو فساد دکھائی دے رہا ہے اُس کی وجہ یہی ہے۔ بدنصیبی سے اُن کے علماء جب اُن کو فساد کی طرف بلاتے ہیں تو وہ دوڑتے ہوئے، لبیک کہتے ہوئے اُس کی طرف آتے ہیں اور اگر وہ اُن کو نیکی کی طرف بلائیں، معاشرے میں حُسن معاشرہ پیدا کرنے کی کوشش کریں ،اُن کے اخلاق کو بلند کرنے کی کوشش کریں تو یہ آواز جس طرف سے بھی اُٹھے بہرے کانوں پر پڑتی ہے اور اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔

یہ وہ مضمون ہے جس کا خاص طور پر ان دنوں پر اطلاق ہو رہا ہے۔ اس لیے میں نے اس کو خصوصیت سے چنا ہے۔ پچھلے دنوں میں نے کچھ نیک تحریکات جماعت کے سامنے رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر طرف سے ایسا خوبصورت عمل در آمد کا سلسلہ شروع ہوا کہ اُس سے نظر خیرہ ہو جاتی ہے۔ جمعہ کی تحریک کی تو ساری دنیا میں ہر طرف سے خطوط ایسے ملنے شروع ہوئے کہ اجتماعی طور پر بھی اور انفرادی طور پر بھی لوگوں نے حیرت انگیز قربانی کے مظاہرے بھی کیے اور بعض لوگوں نے تو نوکریاں چھوڑ دیں۔ ایسی نوکریوں کو الوداع کہہ دیا جن کے نتیجے میں جمعہ سے محرومی ہوتی تھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ایسے لوگوں سے بہت ہی پیار اور محبت کا سلوک فرمایا۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے ایسے ہی ایک دوست کا خط آیا جرمنی سے کہ میں نے اپنے باس (Boss) سے جو بھی اُس کا آفیسر تھا اُس سے میں نے کہا دیکھو ہمیں تحریک ہے اوّل تو خدا کا حکم پہلے سے تھا لیکن غفلت تھی اس طرف سے لیکن اب ہمیں یاد دہانی کروائی گئی ہے اور اب اس کے بعد مجھے جمعہ پڑھنا ضروری ہے۔ اس لیے آپ مجھے اجازت دیں۔ اُس نے کہا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کوئی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اُس نے کہا پھر یہ آخری دن ہے میرا، آج کے بعد رخصت ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ میرے پاس اور کوئی کام نہیں تھا کوئی اور ذریعہ معاش نہیں تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ میں خدا کی خاطر کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ خود میرا نگران ہوگا اور میرا والی ہوگا۔ چنانچہ وہ کام چھوڑ کر گھر گیا ہے دوسرے دن اُس سے بہت بہتر کام کی اُس کو آفر ملی یا اُس نے پہلے درخواست دی ہوئی تھی تو اُس کی وجہ سے جواب آیا۔ تنخواہ میں زیادہ اور پہلی شرط انہوں

نے یہ منظور کی کہ جمعہ کو رخصت ہوا کرے گی۔تو اللہ تعالیٰ خود کفیل بن جاتا ہے ایسے لوگوں کا لیکن اس نقطہ نگاہ سے میں اس وقت یہ ذکر نہیں کر رہا۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ اللہ کے فضل سے ایک ایسی جماعت ہے جس کو جب بھی نیکی کی طرف بلایا گیا ہے اس نے احسن کی تلاش کی ہے اور بہترین نمونے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ان میں کمزور بھی ہیں جو نسبتاً ادنیٰ پہ بھی راضی ہوئے لیکن نیکی کی اپیل کے جواب میں خاموشی اور بے پروائی کا نمونہ جماعت نہیں دکھاتی۔

ابھی حال ہی میں اس رمضان کے شروع میں میں نے تحریک کی تھی کہ مغربی دنیا میں بدنصیبی سے روزوں کی طرف رجحان کم ہے اور احمدی بچوں میں تو آہستہ آہستہ یہ غفلت زیادہ بڑھتی جارہی ہے۔وہ سمجھتے ہیں کہ روزہ ہمارے لیے ضروری نہیں۔اگر عمر کے لحاظ سے ضروری نہ بھی ہو تو اگر اس عمر میں روزے نہ رکھنے شروع کرے انسان تو پھر بعد میں تو پھر اُس کی عادت ہی نہیں پڑتی۔ چنانچہ اس مضمون پر میں نے سمجھا کر بات کی اور میں حیران رہ گیا دیکھ کر کہ میری توقع سے بڑھ کر ہر طرف سے اس آواز پر لبیک ہوئی۔زمین کے کناروں تک جہاں جہاں یہ آواز پہنچی ہے ہر جگہ سے لبیک کی آوازیں آئیں ہیں ۔ ہر جگہ سے نہایت ہی خوبصورت نمونے دیکھنے میں آئے کہ جو لوگ بالکل روزوں سے غافل تھے انہوں نے فوری طور پر روزوں کی طرف توجہ دی اور انگلستان کی جماعت نے بھی نہایت ہی خوبصورت نمونہ دکھایا۔ایسے نوجوان جو بالکل غافل تھے ان کو پتا ہی نہیں تھا کہ روزہ ہوتا کیا ہے۔بعض اُن میں سے ایسے ہیں جنہوں نے پہلی دفعہ ہی پورا پورا مہینہ روزے رکھے ہیں۔بعض جو سرسری کبھی ایک آدھ رکھ لیا کرتے تھے انہوں نے محنت کی اور سکول کے زمانوں میں بھی اور پڑھائی کے امتحان کے دنوں میں بھی انہوں نے روزے رکھے۔بچیوں نے بھی، بڑوں نے بھی، چھوٹوں نے بھی اور بعض ملاقات کے وقت مجھے ایسے بھی دوست ملے جنہوں نے بتایا کہ عمر چالیس سے تجاوز کر گئی لیکن ساری عمر میں صرف ایک روزہ رکھا تھا اور بتایا کہ وجہ یہ تھی کہ پیٹ کی کوئی تکلیف تھی اور ڈاکٹر بھی کہہ دیا کرتے تھے کہ ٹھیک ہے تمہیں تکلیف ہے اور ہمیں بھی وہم تھا کہ جب تکلیف ہے خدا نے اجازت دی ہے تو روزہ رکھنا ہی نہیں ہے۔اب جب سنا کہ کوشش کرنی چاہئے خدا کی راہ میں تکلیف اُٹھا کر بھی روزہ رکھنا چاہئے سوائے اس کے کہ بیماری اتنی بڑھ جائے کہ مانع ہو جائے اور وہ تکلیف مالایطاق جو طاقت سے بڑھ کر تکلیف بن جائے۔تو کہتے ہیں میں نے شروع کر

دیئے روزے، اُس وقت تک جب مجھ سے ملاقات ہوئی پورے روزے رکھے تھے۔ کہتے ہیں کہ تکلیف میں بھی اللہ کے فضل سے کمی آ گئی، خود اعتمادی پیدا ہوگئی اور اب پتا لگا ہے کہ روزہ ہوتا کیا ہے ،اس کے مقاصد کیا ہیں، اس کے فوائد کیا ہیں۔ جسمانی لحاظ سے بھی بہتر ہوں اور روحانی لحاظ سے بھی بہت بہتر ہوں۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ باقی دنیا میں بھی انشاء اللہ خدا کے فضل سے انگلستان کی جماعت جیسا ہی نمونہ دکھایا ہوگا۔ ایسے نوجوانوں کے چہرے پر جب نظر پڑتی تھی مُرجھائے ہوئے ہوتے تھے تو میرا دل خوش ہو جاتا تھا۔ مجھے اس سے خیال آیا کہ یہ تو موسم موسم اور حال حال کی بات ہوا کرتی ہے۔ اگر بچہ امتحان کے دنوں میں محنت کر کے کمزور دکھائی دے تو وہ کمزور چہرہ ماں کو زیادہ پیارا لگا کرتا ہے اور اگر پڑھائی میں محنت نہ کر رہا ہو تو اُس کا بھرا ہوا چہرا اُس کو تکلیف دیتا ہے۔ اس لیے سچی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جو بھلائی کی بات ہو اُس میں لطف اُٹھائے۔

چنانچہ مجھے تو ان کے ایسے چہرے جو فاقے کی وجہ سے اور تکلیف کی وجہ سے سُتے ہوئے اور کمزور اور نڈھال دکھائی دیتے تھے بہت ہی پیارے لگتے تھے اور اُن کے لیے دل سے دعا نکلتی تھی۔ اُس پر میری توجہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ایک ارشاد کی طرف گئی اور زیادہ بہتر معنوں میں آپ ؐ کا یہ ارشاد سمجھ میں آیا۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو روزے دار کے منہ کی بد بو پیاری لگتی ہے۔ (بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر:۱۷۷۱) جب اس پر گہرائی سے میں نے غور کیا تو اللہ کی محبت سے دل بالکل مغلوب ہو گیا۔ کیسی پیاری بات ہے کہ خدا اپنے بندے پر ایسی محبت اور احسان کی نظر کرتا ہے کہ اپنی خاطر تکلیف اُٹھانے والے کے منہ کی بد بو بھی پیاری لگتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے کہ خدا کی محبت کے بڑے بڑے گُر سکھائے۔ ایسے رنگ میں اُس کا ذکر فرمایا کہ جب بھی ہم آنحضرت ﷺ کے ارشادات پر غور کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا عشق دل میں اس طرح بھڑک اُٹھتا ہے جس طرح دودھ پیتے بچے کی بھوک چمک اُٹھتی ہے اپنی ماں کو دیکھ کر اور وہ بلبلاتا ہے اور چیختا ہے اُس کو دودھ کی طلب کے لیے۔ یہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ہی کا احسان ہے کہ آپ ؐ نے سچے عرفان کے راستے دکھائے، اللہ تعالیٰ کے عشق کی ایسی ایسی باتیں کیں جو سادہ سادہ چھوٹی چھوٹی سمجھ آنے والی باتیں ہیں کوئی مشکل اور دقیق نکتے نہیں ہیں مگر ایسی باتیں ہیں جو فطرت میں ڈوبتی ہیں اور فطرت کی گہرائی سے خدا کی محبت کو نکالتی ہیں اور اُچھالتی ہیں اور دل اُس محبت سے اُچھلنے لگتا ہے۔ پس اللہ

تعالیٰ کا بدبو والے منہ سے پیار کرنا عجیب نکتہ ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ خدا ہم سے محبت کرتا ہے اور اتنی محبت کرتا ہے کہ وہ نظیف ہے، لطیف ہے۔ لیکن اپنے پیار کی وجہ سے، اپنی ہی خاطر جو شخص بھوکا رہتا ہے اُس کے منہ کی بدبو بھی اُس کو اچھی لگنے لگتی ہے۔

اس لیے ان باتوں کو خیال کر کے اپنے بقیہ روزوں کو سجائیں اور آباد کرنے کی کوشش کریں۔ یہ چند دن جو باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور چمکانے کی کوشش کریں اور یہ سوچیں کہ جس طرح ہم دنیا میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور قربانی کرنے والوں اور اچھے کام کرنے والوں پر نگاہ رکھتے ہیں۔ تو دل بڑھتا ہے اور خوشی ہوتی ہے۔ ان روزے کے دنوں میں خدا تعالیٰ کو روزے دار کی ہر ادا پیاری لگ رہی ہوتی ہے۔ اگر اُس کی خاطر ہوا گر مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ ہو۔ اس لیے اگر اس پہلو سے پیچھے کوئی کمی رہ گئی تو اب جو گنتی کے چند دنوں میں سے بھی چند دن رہ گئے ہیں۔ اُن میں جدو جہد کریں کوشش کریں اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے کے لیے اُس کے پیار پر نگاہ کریں اور ایک پیار دوسرے پیار کر پیدا کرتا ہے۔ اس لیے وہ لوگ جن کے دل بھاری ہوں، جن کے دل خشک ہوں۔ اُن کو سمجھانے کی خاطر میں یہ نکتہ بتا رہا ہوں کہ اگر اپنے دل سے خدا کی محبت خود بخود نہیں پھوٹ رہی تو اللہ کی محبت پر نگاہ کریں تو پھر اُس کے نتیجے میں آپ کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی۔

اس سلسلہ میں چند ایک باتیں خصوصیت کے ساتھ میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ جب وہ کیفیتیں دل میں پیدا ہوں جو خالص اللہ کی محبت کے نتیجے میں دل کو نصیب ہوتی ہیں، وہ قبولیت دعا کے وقت ہوتے ہیں۔ اُس وقت آپ جو دعائیں کریں باقی چند روزوں میں خصوصیت کے ساتھ۔ اُن میں بعض دعائیں میں نے خصوصیت کے ساتھ اختیار کی ہیں، وہ میں آپ کو یاد دہانی کروانا چاہتا ہوں کہ ان مضامین کو آپ پیش نظر رکھیں۔

سب سے پہلی بات توجہ طلب یہ ہے کہ یہ رمضان مبارک جس میں سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں یہ ایک خاص رمضان ہے، ایک تاریخی نوعیت کا رمضان ہے کیونکہ یہ احمدیت کی پہلی صدی کا آخری رمضان ہے۔ اس کے بعد اس رمضان اور اگلے رمضان کے درمیان اب کوئی فاصلہ نہیں رہا۔ ایک صدی کا ایک سرا ہے جو ایک طرف سے ختم ہوگا اور دوسری طرف سے شروع ہوگا اور بیچ

میں اب کوئی دیوار حائل نہیں ہے۔ پس اس رمضان کو اس رنگ میں استعمال کرنا کہ ہم اپنی برائیوں کی کینچلیاں پیچھے چھوڑ جائیں اور رمضان کے کانٹے کیونکہ تلخی بھی کانٹے کہلاتی ہے۔ اُن کینچلیاں ہم سے نوچ لیں، ہماری جلدوں سے اُتار لیں اور نئی پاکیزہ زندگی کی جلد پھر نکلے ہمارے جسم میں سے اور اگلی صدی میں ہم نسبتاً زیادہ صاف اور پاک ہو کر داخل ہوں۔ اس رمضان مبارک کو اس رنگ میں بھی استعمال کرنا چاہئے۔

پھر آج کا جمعہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے کیونکہ یہ جمعۃ الوداع کہلاتا ہے۔ رمضان رخصت ہو رہا ہے اور آخری جمعہ ہے جو رمضان میں آیا ہے۔ لیکن احمدیوں کے لحاظ سے تو اس کو ایک عظیم الشان اہمیت حاصل ہے۔ یہ وہ جمعہ ہے جس کے ساتھ صدی رخصت ہوگی اور یہ اس صدی کا آخری جمعۃ الوداع ہے جو احمدیت کی پہلی صدی ہے۔ اس لیے اس جمعہ کو بھی ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور میں خدا سے اُمید رکھتا ہوں کہ اس جمعہ کی دعائیں خصوصیت کے ساتھ مقبول ہوں گی۔ ویسے بھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ جمعہ اور سورج کے غروب کے درمیان ایسی گھڑی ہوتی ہے جو خصوصیت کے ساتھ دعا کی مقبولیت کی گھڑی ہے (ابوداؤد کتاب الصلوۃ حدیث نمبر:۸۸۴)۔ اس لیے بعد جمعہ غروب تک خدا کے ذکر میں وقت گزارنا چاہئے۔ تا کہ وہ خوش نصیب گھڑی حاصل ہو جائے جس کے نتیجے میں انسان کے مقدر بدل سکتے ہیں۔

پھر ایک رات آنے والی ہے آج کی رات جو ستائیسویں کی رات ہوگی۔ اور یہ ستائیسویں رات بھی رمضان مبارک کے آخری عشرہ میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ ویسے تو آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ رمضان کی لیلۃ القدر کو آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔ لیکن پھر مزید وضاحت یہ فرمائی کہ آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں تلاش کرو (بخاری کتاب الصلوۃ التراویح حدیث نمبر۱۸۷۷)۔ پھر ایک موقع پر حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ بعض صحابہ نے رویا کے ذریعے ایک ہی خاص رات کو دیکھا کہ اس رات میں لیلۃ القدر ہوگی۔ تو اُس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب اتنے لوگوں کو خدا نے یہ خوشخبری دکھائی ہے تو پھر اسی رات کو لیلۃ القدر ہوگی (بخاری کتاب الصلوۃ التراویح حدیث نمبر:۱۸۷۶) لیکن اُس کا یہ مطلب نہیں ہمیشہ کے لیے اُسی رات کو لیلۃ القدر آ کر ٹھہر جانی تھی اور ہمیشہ اُسی رات میں ظاہر ہونی تھی۔ مراد یہ تھی کہ اُس

رمضان مبارک میں خصوصیت سے ایک آنے والی مقدس رات کے متعلق صحابہ کو اطلاع دی گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ستائیسویں رات کو لیلۃ القدر کی رات کے طور پر دیکھا اور اُس وقت سے جماعت میں خصوصیت کے ساتھ ستائیسویں رات کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے لیلۃ القدر کی تلاش میں ۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ ہر لیلۃ القدر ستائیسویں ہی کو ہوگی ۔ مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں جب خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ستائیسویں رات کی خوشخبری دی ہے تو بعید نہیں کہ اکثر لیلۃ القدر کے جلوے ستائیسویں کی رات کو ظاہر ہوں ۔

چنانچہ جو ہمارا گزشتہ تجربہ ہے۔ تجربہ ان معنوں میں کہ زبان خلق جو قادیان میں کہا کرتی تھی ۔ جب بھی رمضان کے آخری عشرے میں ہم داخل ہوا کرتے تھے تو بعض راتوں کے متعلق آپس میں گفتگو ہوا کرتی تھی اور اپنے اپنے تجارب بیان کیے جاتے تھے ۔ تو ان معنوں میں جو ہمارا تجربہ ہے۔ اُس کی رو سے اکثر راتیں ستائیس کی ہی ہوا کرتی تھیں جن کے متعلق عموماً یہ مشاہدہ تھا کہ وہ لیلۃ القدر سے ملتے جلتے اثرات ظاہر کر گئی ہے۔ چنانچہ بہت غیر معمولی دنوں میں تحریک پیدا ہوتی تھی دعا کے لیے اور قبولیت دعا کے ساتھ جو قلبی تحریکات کا تعلق ہے، قلبی احساسات کا تعلق ہے۔ وہ ایسی باتیں تو نہیں ہیں جو صحیح معنوں میں بتائی جا سکیں لیکن خلاصۃً انسان یہ ضرور کہہ سکتا ہے کہ آج دل پر ایسی کیفیات گزری تھیں جو عام کیفیات سے مختلف ہیں ۔ جو غیر معمولی درجہ رکھتی تھیں، غیر معمولی مقام رکھتی تھیں ۔اس پہلو سے بھی اکثر یہ دیکھا گیا کہ ستائیسویں رات کو سب سے زیادہ عبادت کرنے والوں کو لیلۃ القدر کی سی کیفیات کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا لیکن اس کے علاوہ بھی ہوتا تھا۔ بعض دفعہ مجھے یاد ہے بڑی کثرت کے ساتھ پچیس کی رات کو یہ تجربات ہوئے بعض دفعہ تیئس کی رات کو تجربات بھی اس قسم کے ہوئے ۔ چنانچہ یہ کہنا کہ ایک ہی رات کے لیے مخصوص ہے لیلۃ القدر یہ تو بہر حال غلط ہے۔ مختلف راتوں میں یہ خدا تعالیٰ کے جلوے جگہ بدلتے رہتے ہیں اپنے اظہار کے لیے لیکن بالعموم ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ ستائیسویں کی رات اس پہلو سے غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ تو یہ ستائیسویں رات بھی اس صدی کی آخری ستائیسویں رات ہے جو آنے والی ہے۔

اس پہلو سے جو چند دن ہیں اُن کو خصوصیت کے ساتھ دعاؤں میں صرف کریں اور جہاں تک میرا حُسن ظن ہے میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے اس نصیحت پر بھی عمل کیا ہوگا کہ بچوں کو تہجد کی عادت

ڈالی ہوگی۔ بعض جگہ تو رپورٹیں ملی ہیں لیکن اس معاملے میں زیادہ رپورٹیں نہیں ملیں۔اس لیے میں حُسن ظن کا لفظ استعمال کررہا ہوں۔لیکن اگر خدانخواستہ اس پہلو سے کمزوری ہوئی ہے اور صرف آپ بچوں کو سحری کھانے کے لیے جگا رہے ہیں اور نوافل کی عادت نہیں ڈالی تو بقیہ جو دو تین راتیں رہ گئی ہیں ان میں نوافل کی عادت ڈالنے کی بھی کوشش کریں اور یہ بھی بتائیں کہ تہجد صرف رمضان کے لیے خاص نہیں ہے بلکہ رمضان میں تہجد کے مزے چھک کر وہ بعد میں بھی مہینے میں دو، چار دن، اگر بچے ہیں تو اور اگر بڑے ہیں تو زیادہ دن تہجد میں باقاعدگی اختیار کرنے کی کوشش کریں۔

اس خصوصی رمضان مبارک میں ،ان خصوصی ایام میں جن کا میں نے ذکر کیا ہے جو غیر معمولی ہیں۔جو تاریخی ہیں اس لحاظ سے بھی کہ اب اس کے بعد یہ دوبارہ دکھائی نہیں دیں گے اور تاریخ کا حصّہ بن جائیں گے۔رمضان تو آئے گا،جمعۃ الوداع بھی آئے گا اور ستائیسویں کی راتیں بھی آئیں گی لیکن احمدی پہلی صدی کی یہ سب چیزیں آخری ہوں گی۔اس لحاظ سے یہ سب باتیں تاریخ کا حصّہ بننے والی ہیں تو اس میں خصوصیت سے کوشش کریں۔

پہلی دعا تو اس بات کی کریں کہ اب اگلی صدی اور ہمارے درمیان میں جو تھوڑا سا فاصلہ رہ گیا ہے اور کام بہت زیادہ ہیں کرنے والے تو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائے تو وہ کام سرانجام دئے جاسکتے ہیں ورنہ نہیں کیونکہ دن بدن، جوں جوں اگلی صدی قریب آرہی ہے میں محسوس کررہا ہوں کے جو کام ہم نے کرنے تھے، جو نیتیں باندھی ہوئی تھیں اُن کے لحاظ سے وقت تھوڑا رہ گیا ہے۔سب سے اہم کام قرآن کریم کا ایک سو سے زائد زبانوں میں ترجمہ کرنا ہے اور پھر اُن کی اشاعت۔پھر احادیث نبویہ میں سے جو انتخاب ہے اُس کی اشاعت کا کام ہے۔پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کے تراجم اور اُس کی اشاعت کا کام ہے۔جب تک آپ اس قسم کے کاموں میں سے گزرے نہ آپ تصور بھی نہیں کرسکتے کہ کتنا مشکل کتنا گہرا ذمہ داری کا کام ہے اور کتنا پھیلا ہوا ہے۔ساری دنیا میں مختلف مقامات پر یہ کام پھیلا ہوا ہے اُس کو سمیٹنا اُس کی نگرانی کرنا، تراجم کی نگرانی کہ وہ درست ہیں، پھر طباعت کے کاموں میں بہت سے ایسے مراحل آتے ہیں جہاں ٹھوکروں کے امکانات ہیں۔آپ جتنی مرضی احتیاطیں کریں، پروف ریڈنگ میں غلطی ہوجائے تو بعض بنیادی غلطیاں ایسی آسکتی ہیں،ظاہر ہوسکتی ہیں کہ جس میں وہ لوگ جو انتظار کرتے ہیں کہ

جماعت سے کوئی غلطی ہو تو اعتراضات کا نشانہ بنایا جائے ، اُن کے لیے زبان کھولنے کے موقع پیدا ہو جاتے ہیں۔ خواہ اللہ کے نزدیک وہ غلطی اس نوعیت کی ہو کہ اُس میں بندے کا قصور نہ ہو، اللہ تعالیٰ عفو کا سلوک فرمائے لیکن بندے تو معاف نہیں کرتے یعنی بعض قسم کے بندے معاف نہیں کرتے۔ ویسے بھی لطف نہیں رہے گا، ہمارا اپنا لطف کر کرا ہو جائے گا اگر اتنی محنت کے بعد ایک تحفہ دنیا کو پیش کریں اور اُس میں بعض بنیادی غلطیاں رہ جائیں۔ اس لیے باوجود اس کے کہ سب تراجم مکمل ہو چکے ہیں یعنی احادیث تک، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے اقتباسات کے تو ابھی ہو رہے ہیں۔ لیکن اُن پر نظر ثانی پھر نظر، تیسری، چوتھی نظر، پھر پانچویں نظر، پھر پریس میں اُن کا بھیجنا اور بار بار بلانا منگوانا اور پھر اُن کو موازنہ کرنا اصل کے ساتھ، پھر یہ دیکھنا کہ پریس نے وہ غلطیاں ٹھیک کروائی بھی ہیں کہ نہیں۔ یہ تقریباً ایک سو چودہ زبانوں میں کام ہو رہا ہے بلکہ کل کی رپورٹ کے مطابق تو ایک سو چودہ سے بھی آگے نکل گئی ہیں زبانیں، ایک سو سترہ تقریباً ہیں زبانیں جن میں کام ہو رہا ہے اور اس وقت جو ممالک ہیں جن میں جماعت احمدیہ قائم ہو چکی ہے اس وقت نہیں کہنا چاہئے گزشتہ سالوں کے جلسہ تک ایک سو چودہ تھے تو اب کچھ مزید ممالک میں بھی احمدیت قائم ہوئی ہے۔ تو میرے ذہن میں جو بات تھی کہ کم سے کم سو زبانوں میں تو ترجمہ ضرور ہو جو سو سال کی نشاندہی کرتا ہو اور پھر اگر ممکن ہو تو جتنے ممالک میں احمدیت قائم ہو چکی ہے۔ اُن کے لحاظ سے اُتنی ہی زبانوں میں تراجم ہم پیش کر سکیں۔ تو یہ دونوں باتیں قریب قریب پہنچ چکی ہیں۔ یعنی ہمارے جس طرح پیاسا پیالے کے پانی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو بالکل ہاتھ وہاں پیالے کو پکڑنے کے قریب پہنچا ہوتا ہے اُس طرح کی کیفیت ہے۔ لیکن اس ہاتھ اور اُس پیالے کے درمیان ابھی پتا نہیں خدا کی کتنی تقدیریں ہیں۔ کتنی ہماری غلطیاں ہیں جو ٹھوکر پیدا کر سکتی ہیں۔ اس لیے خصوصیت سے اس پہلو کو دعا میں یاد رکھیں کہ وہ سارے نیک پروگرام جو محض للہ خالصۃً للہ شروع کئے گئے ہیں وہ نیک انجام تک پہنچیں اور کوئی ہماری لغزش اُن کے حُسن میں کوئی خرابی پیدا نہ کر سکے، نیک انجام کو پہنچیں اور احسن ہوں جیسا کہ اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ احسن کی تلاش جہاں بھی ہو سکتی ہے ہمیں کرنی چاہئے اور اس پہلو سے خدا تعالیٰ اگر توفیق دے گا تو ان چیزوں میں کامل حُسن پیدا ہو گا۔ پھر یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے وسائل کو وسیع کرے، ہمارے ذرائع کو وسیع کرے۔ یہ کام کرنے کے بعد پھر اس کی اشاعت

کا کام ہے۔مناسب لوگوں تک پہنچانے کا کام ہے۔اُن کے دلوں پر نیک اثرات مترتب ہونے والا کام ہے۔یہ ساری باتیں خدا کے فضل اور اُس کی توفیق کے بغیر حاصل ہو نہیں سکتی۔اور بھی بہت سے پروگرام ہیں جن کی تفاصیل میں یہاں جانے کا وقت نہیں ہے۔بہت سے پرانے خطبات میں میں نے وقتاً فوقتاً ان پر روشنی ڈالی ہے اور کئی گھنٹوں کا مضمون ہے کم سے کم کئی گھنٹے کہنا چاہئے۔جس میں وہ سارے جوبلی کے کام جو پیش نظر ہیں وہ بیان کئے جاسکتے ہیں۔

تو ان سب پر نگاہ رکھنا، ان کو نظم وضبط کے ساتھ سرانجام دینا اور ان کے لیے ذرائع کا مہیا ہونا یہ ایسی بات نہیں ہے جو خدا کے فضل کے بغیر حاصل ہو سکے۔اس لئے خصوصیت سے ان ساری باتوں میں دعا کریں۔اللہ تعالیٰ جماعت کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ سو سالوں کے احسانات کا شکر ادا کرنے کے لیے جو جدوجہد کر رہی ہے۔وہ اس حد تک کامیاب ہو کہ خدا کی تحسین کی نظریں اُس جدوجہد پر پڑیں۔وہ شکر اگر ناقص بھی ہے تو ناقص تو ہوگا ضرور کیونکہ بندے کا شکر تو کامل نہیں ہو سکتا۔تو خدا اُسے قبول فرمالے اصل بات تو یہ ہے کہ اپنی منزل تک وہ شکر پہنچ جائے یعنی خدا کی بارگاہ میں رسائی پاجائے یہ آخری خلاصہ ہے ان دعاؤں کا۔اس لیے میں اُمید رکھتا ہوں کہ سب احباب خصوصیت سے ان دعاؤں کو یاد رکھیں گے۔

دوسرا پہلو ہے مسلمان ممالک کے لیے دعا کرنا اور عالم اسلام کے لیے دعا کرنا۔میں نے جیسا کہ بیان کیا تھا احسن کا مضمون تو در کنار، بدنصیبی سے بہت سے مسلمان ممالک ہیں جو غلط تحریکات کی پیروی کرنے کے نتیجے میں بڑی مصیبتوں کا شکار ہیں اور بہت سے مسائل نے اُن کو گھیر رکھا ہے، بہت ہی دردناک مناظر ہیں جو عالم اسلام میں ظاہر ہو رہے ہیں۔فلسطین میں جو غیروں کے ہاتھوں ظلم ہو رہے ہیں۔اُن میں تو ایسی بے بسی کا عالم ہے کہ دعا کے سوا چارہ ہی کوئی نہیں ہے اور نہایت ہی سفاک اور ظالم قوم سے مسلمانوں کا واسطہ ہے لیکن اُس کے علاوہ جو مسلمان خود ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں۔وہ ایسی چیز ہے جس کے لیے کوئی ہمارے پاس جواز نہیں ہے اور وہاں بھی جماعت احمدیہ کے پاس طاقت نہیں ہے کہ ان کو پکڑ کر الگ الگ کر سکیں اور ایک دوسرے سے ظلم کرنے سے باز رکھ سکیں سوائے اس کے کہ ہم ان کے لیے دعا کریں۔

آپ اندازہ کریں کہ ایک لمبا عرصہ ہو چکا ہے کہ عراق اور ایران کے درمیان ایک بے

مقصد ظالمانہ لڑائی ہو رہی ہے۔لکھوکھہا مسلمان دونوں طرف سے مارے گئے ہیں۔لکھوکھہا عورتیں یا بیوہ ہوئیں یا بچے یتیم ہوئے۔ بہت ہی زیادہ تکلیف ہے جو کسی طرح کنارے پر پہنچنے کا نام ہی نہیں لے رہی۔یعنی بیماری Terminal ہو جائے اگر تو کسی ایک فریق کے اوپر پھر موت کا وقت آجاتا ہے، معاملہ وہاں ختم ہو جاتا ہے۔مگر یہاں تو ایک جاری رہنے والی مستقل ایک زندگی کا حصہ بیماری بنی ہوئی ہے کسی کو سمجھ نہیں آتی کہ یہ ختم کس طرح ہوگی اور دونوں طرف مسلمان دُکھ اُٹھا رہے ہیں۔جب بھی ان کو ایک دوسرے سے لڑائی کی طرف بلایا جاتا ہے۔یہ لبیک کہتے ہیں۔جب ان کو سمجھایا جاتا ہے کہ بس کرو یہ انکار کر دیتے ہیں۔چنانچہ کئی وفود مسلمان ممالک کے دونوں ممالک کی طرف بھیجے گئے اور مسلمان بھائی تھے اپنے انہوں نے بڑی نیک نیتی سے تحریکیں کیں کہ اب ختم کرو اس قصّے کو، بہت ظلم ہو چکے اب کسی طرح سمجھوتے کی کوئی بات کرو تو دونوں ممالک نے اُس کا انکار کیا اور شرطیں اس قسم کی لگاتے ہیں جو دوسرا ملک قبول نہیں کر سکتا یعنی عملاً انکار کرنے والی بات ہے۔تو اب یہ دیکھ لیجئے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا وہ عبادتیں کس کام آئیں گی۔جن عبادتوں کے بعد یہ صفت اُن لوگوں میں ظاہر نہ ہو۔یعنی عبادت کرنے والوں میں الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ کہ یہ خدا کے نیک بندے جو عبادت کرتے ہیں ان کے اندر یہ خصلت پیدا ہو جاتی ہے اچھی باتیں سُنتے ہیں اُس میں سے بہترین کی پیروی کرتے ہیں۔تو اس قرآن کریم کی اس تعلیم سے عاری ہونے کے نتیجے میں یہ سارا دکھ ہے۔

پھر پاکستان میں جو ہو رہا ہے اُس کی تو داستان ہی بہت ہی دردناک ہے، بہت ہی لمبی ہے۔اس قدر ظلم ہوا ہے وہاں اسلام کے نام پر کہ ہر برائی قوم میں نافذ کر دی گئی ہے اور نام اسلام کا استعمال ہوا ہے اور ایسا دردناک منظر ہے کہ اب رمضان شریف میں آخری عشرے میں کراچی شہر میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کر رہا ہے اور اس قدر نفرت کے ساتھ ایسے ظالمانہ طریق پہ مار رہا ہے کہ کوئی احساس نہیں رہا باقی کہ ہم کیا کر رہیں ہیں کونسے دن ہیں۔اس طرح وہ آخری عشرہ منا رہے ہیں۔چنانچہ خبریں اس طرح کی آرہی ہیں اخباروں میں کہ جب روزہ رکھنے سے فارغ ہوئے اور صبح ہوئی تو پھر لاشیں سمیٹنے کے کام شروع ہوئے، زخمی اکٹھے کر کے ہسپتالوں میں پہنچانے کے کام شروع ہوئے۔یعنی رات کو عبادت یہ ہے کہ ایک بھائی دوسرے معصوم بھائی کا قتل کرے اور اتنی زیادہ

نفرت پیدا ہو چکی ہے ایک گروہ کی دوسرے گروہ سے کہ پولیس کے بس کی بات نہیں رہی۔ کئی علاقوں میں کرفیو لگا ہوا ہے اور ظالمانہ چُھرا گھونپنے کی داستانیں، زندہ جلا دینے کے قصّے، گھر بار لوٹنے اور پھر نفرت کے جتنے بھی اظہار انسان کے لیے ممکن ہیں وہ سارے آپ کو کراچی کی گلیوں میں دکھائی دے رہے ہیں۔

یہ وہ باتیں ہیں جو اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں رکھتیں۔ لیکن مزید تکلیف کی بات یہ ہے کہ ساری دنیا میں ان کو اسلام کے مظاہر کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کے ٹیلی ویژن ہوں یا جرمنی کے یا فرانس کے یا امریکہ کے یا روس کے یا چین یا جاپان کے وہ سارے ان مظالم کو دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ہیں مسلمان ممالک میں یہ ہو رہا ہے۔ کراچی میں یہ ہو رہا ہے، عراق میں یہ ہو رہا ہے، تہران میں یہ ہو رہا ہے، لبنان میں یہ ہو رہا ہے۔ غرضیکہ باری، باری وہ سارے مناظر پر روشنی ڈالتے چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ اسلام ہے۔ اس قدر خوفناک حالت ہے کہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ صاحب دل شدید تکلیف محسوس کیے بغیر رہ ہی نہیں سکتا اور ہو ہی نہیں سکتا کہ اسلام سے محبت ہو اور مسلمانوں کی تکلیف سے انسان بے حس ہو جائے۔

اس لیے آپ کو اسلام کی محبت کا دعویٰ ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ اس دعویٰ میں سچی ہے۔ اس لحاظ سے آپ اس دُکھ کو محسوس کریں اور دعائیں کریں اور اللہ تعالیٰ سے رحم مانگیں، بخشش طلب کریں اور ان بقیہ ایام اور بقیہ راتوں میں خدا سے عرض کریں کہ جو کچھ ہم پر ظلم ہوتا ہے۔ اُس میں تیری تقدیر ہماری ہر قدم پہ، ہر آن ہماری نصرت فرما رہی ہوتی ہے۔ تُو ہماری دیکھ بھال کر رہا ہوتا ہے۔ ایک نظام جماعت ہے جو ہر وقت اس کام پر مستعد ہے کہ کسی احمدی کو تکلیف پہنچے اور اُسے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ کروڑ ہا بندے تیرے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف منسوب ہونے والے ہیں۔ ان کی تکلیف کا کوئی پرسان حال نہیں دنیا میں اور ہمیں بھی اختیار نہیں ہے۔ ہم کوشش کرتے ہیں تو روک بھی دیا جاتا ہے چنانچہ راولپنڈی، اسلام آباد میں جماعت احمدیہ نے بے ساختہ فوری طور پر مظلوموں کی مدد کی کوشش کی تو علماء نے شور مچا دیا کہ ہرگز انہیں موقع نہیں دینا چاہئے۔ چنانچہ حکماً ہمیں وہاں سے ہٹا دیا گیا اور خدمت کرنے سے بھی باز رکھا گیا لیکن دعاؤں سے ہمیں کون باز رکھ سکتا ہے۔ راتوں کو اُٹھ کر جو آپ ان کے لیے گریہ وزاری کر سکتے ہیں اُس میں تو

دنیا کا کوئی ملّا حائل نہیں ہوسکتا ۔اس لیے وہ اگر آپ نہ کریں تو پھر آپ کے پاس کوئی جواز نہیں ہے۔آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمیں فلاں مولوی نے روک دیا اس لیے ہم نے ان کے لیے دعائیں نہیں کیں اور آپ نے جو کوشش کرنی بھی تھی جس سے آپ کو باز رکھا گیا۔تکلیف کے مقابل پر وہ کچھ بھی نہیں تھی،اس کا بہت ہی معمولی اثر ظاہر ہونا تھا لیکن دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے طالب ہوں،اُس سے رحم اور بخشش اور عقل کے طالب ہوں تو پھر خدا کی تقدیر تو ہر جگہ آپ کی نیک تمناؤں کو رحمت کی بارشیں بنا کر برسا سکتی ہے اور آپ کا فیض آسمان کی راہ سے اُن تک پہنچ سکتا ہے۔یعنی آپ کی محبت کا فیض،آپ کی ہمدردی کا،آپ کی خیر خواہی کا فیض دعاؤں کی شکل میں اُن پر نازل ہوسکتا ہے۔اس لیے تمام دنیا میں جماعت احمدیہ کو دعاؤں کے ذریعہ اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کرنی چاہئے اور اسلام کی مدد کرنی چاہئے کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہ جو مناظر ہیں یہ شدید اسلام کی بدنامی کا موجب بن رہے ہیں۔اسلام کو ایسی مکروہ صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا جارہا ہے اور اُس کے مقابل پر ہمارے پاس جواب کوئی نہیں بنتا واقعةً یہ کچھ ہو رہا ہے کہ اس کے نتیجے میں ہمیں تکلیف پہنچتی ہے۔ہمارے تبلیغ کے کام میں روکیں پیدا ہوتی ہیں اور اسلام کا حسین چہرہ بہت ہی مکروہ صورت میں دنیا کو دکھایا جاتا ہے اور ہم اس میں کچھ کر نہیں سکتے اس لیے اس معاملے میں دعا کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

ایک اور نصیحت جو اس ضمن میں پاکستان کے احمدیوں کو ہے سب احمدیوں کے لیے تو اسوقت ممکن نہیں ہوگا لیکن خصوصیت سے کراچی اور راولپنڈی اور اسلام آباد کے احمدیوں کو یہ نصیحت ہے کہ اپنی عید میں ان مظلوموں کو شامل کرنے کی کوشش کریں۔خاص طور پر یتامیٰ اور بیوگان جن کا کوئی والی وارث نہیں رہا۔اُن کی یہ بڑی دُکھوں کی عید آنے والی ہے۔ابھی یہ غم تازہ ہیں اسی عشرے میں اُن کے عزیز مارے گئے ہیں،ظالمانہ طور پر قتل ہوئے اور بڑے بھیانک طریق پر مارے گئے۔اس لیے اُن کے زخم تازہ ہیں اور اس وقت اُن کو ہمدردی کی ضرورت ہے۔میں نہیں جانتا کہ اُن تک کوئی فیض پہنچانے والا موجود بھی ہے کہ نہیں۔اپنی نفسا نفسی لوگوں کو پڑی ہوئی ہوگی اور جو مجھے علم ہے جس طرح وہاں حکومت کے انتظامات ناکام ہوتے ہیں۔تو میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اکثر اُن میں سے محروم ہی رہیں گے بیچارے۔تو یہ جماعت کراچی کو،راولپنڈی کو،اسلام آباد کو انفرادی طور پر ان

غرباء تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس سے تو ان کو دُنیا میں کوئی روک نہیں سکتا اور اگر روکنے کی کوشش بھی کرے گا تو کم سے کم نیک فرض کی ادائیگی کی کوشش بھی تو ایک تسکین کا موجب بن سکتی ہے۔ آپ کوشش کریں اور اپنی عید میں ان غریبوں کو شامل کریں۔ میں نے پہلے بھی ایک دفعہ اس قسم کی تحریک کی تھی اور اُس کے بعد بھی مجھے اطلاع ملتی رہیں، خصوصیت سے مجھے یاد ہے۔ پچھلے سال راولپنڈی کی طرف سے بھی اطلاع ملی تھی کہ ہم نے اُس بات کو یاد رکھا ہے اور اپنی عید میں غرباء تک پہنچتے رہے ہیں اور بہت اُس کا لطف اُٹھاتے ہیں۔ اس لیے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کے نتیجے میں آپ کو تکلیف نہیں ہوگی بلکہ آپ کو عید کا ایک نیا لطف حاصل ہوگا۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ خدا کے دُکھیا بندوں کے دُکھ دور کرنے میں کتنا لطف ہے اور جو مزے اُس کے ہیں وہی اصل حقیقی عید ہے، وہی دائمی عید ہے۔ آپ اُن تک پہنچنے کی کوشش کریں آپ کو شروع میں شاید کوفت بھی ہو کہ کیا مشکل میں ڈال دیا اپنے گھر میں مزے سے بیٹھ کر عید کرتے۔ آپ کہتے ہیں کہ گھر چھوڑو اور غریبوں تک پہنچو اور مظلوموں تک لیکن آپ پہنچو جا کے تو دیکھیں آپ حیران رہ جائیں گے کہ اتنا لطف آئے گا آپ کو اُس عید کا۔ دُکھ دور کرنے میں جو آپ کو لذت محسوس ہوگی ایسی ہوگی کہ آپ کی ساری عیدوں کی خوشیاں اُس ایک عید کی خوشی میں برابر نہیں ہوسکیں گی۔ ہمیشہ آپ لذت سے یاد کیا کریں گے اور پھر خدا کے فضل کی نظریں بھی آپ پر پڑیں گی اُس کی رحمت کی نظریں آپ پر پڑیں گی۔ اس لیے اُن غریبوں تک پہنچیں لیکن تبلیغ کی نیت سے نہیں۔ یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ آپ اس نیت کو ساتھ باندھ لیں کہ ساتھ تبلیغ بھی ہوجائیگی۔ اس طرح آپ اپنے کام کو نقصان پہنچائیں گے۔ اس وقت مقصد بالکل واضح ہونا چاہیے کہ یتیموں یَّتِيۡمًا ذَا مَقۡرَبَةٍ ۝١٦ اَوۡ مِسۡكِيۡنًا ذَا مَتۡرَبَةٍ ۝١٧ (البلد:۱۶-۱۷) جو قرآن کریم میں نقشہ کھینچا ہے اس میں کوئی اور نیت شامل نہیں ہوسکتی۔ خالصةً للہ رضائے باری تعالیٰ کے حصول کے لیے آپ نے صرف غریب کی مظلوم کی اور یتیم کی خدمت کرنے کی کوشش کرنی ہے وَيُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسۡكِيۡنًا وَّيَتِيۡمًا وَّاَسِيۡرًا ۝٩ (الدھر:۹) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب وہ مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں تو یہ مراد نہیں ہوتی کہ پھر وہ اُن کو اسلام کی دعوت دیں گے یا ہدایت کی طرف بلائیں گے۔

عَلٰی حُبِّہٖ دو معنے ہیں اس کے اور بھی کئی معنے ہیں لیکن یہ دو معنے خصوصیت سے ہیں کہ خدا کی محبت کی خاطر اور عَلٰی حُبِّہٖ اس کام کی محبت کی خاطر اپنی ذات میں یہ کام اُن کو اتنا محبوب لگتا ہے اور اتنا پیارا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی جزا اس کام میں جاتی ہے ان کو۔ پس عَلٰی حُبِّہٖ کا یہ معنی خصوصیت سے پیش نظر رکھیں آپ جب ان کی خدمت کریں گے تو آپ کو وہی ان کی محبت کے نتیجے میں خدمت کی جزاء وہ خدمت ہی نظر آئے گی اور ایسا لطف محسوس ہوگا کہ آپ سمجھیں گے کہ اب اگر خدا زائد جزاء دے دے تو یہ اس کی مرضی ہے ورنہ ہم نے اپنا حق حاصل کر لیا۔ لیکن میعار کو اور بلند کریں اور حُبِّہٖ کا یہ معنی پیش نظر رکھیں کہ خدا کی محبت کی خاطر، اللہ نے فرمایا ہے اس لیے ہم نے یہ کام کرنا ہے۔ تو پھر اور بھی زیادہ لطف بڑھ جائے گا اور پھر جواب میں جو خدا کی محبت نصیب ہوگی وہ تو نا ختم ہونے والی ہے۔ بندوں کی محبت میں آپ کام کرتے ہیں مزہ تو آتا ہے لیکن کچھ عرصے کے بعد یہ لوگ بھول جائیں گے آپ کو، کوئی بعید نہیں کہ Anti–Ahmadia Riots بھی آئندہ ہوں، مولوی شور مچائیں تو یہی لوگ جن کی آپ نے خدمت کی ہے یہی اُٹھ کھڑے ہوں آپ کو مارنے کے لئے۔

چنانچہ ۱۹۵۳ء میں ہم نے یہی دیکھا کہ وہ بستیاں جہاں احمدیوں نے لاہور میں خصوصیت سے خدمتیں کیں تھیں۔ فسادوں کے وقت وہ بھی اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ اُس سے پہلے بھی اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔ تو عَلٰی حُبِّہٖ کا مضمون اور بلند کر کے دیکھیں اور بھی زیادہ لطف بڑھ جائے گا اور دائمی ہو جائے گا۔ خدا تو نہیں بُھلایا کرتا اپنی خاطر کام کرنے والوں کو، بندے بُھلا دیا کرتے ہیں۔ اس لیے اس نیت کو خالص کر لیں مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کا جو مضمون اس صورت میں چلا ہے اُس کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس لیے خدمت کریں کہ آپ نے خدا کی محبت حاصل کرنی ہے اور خدا کے پیار کی خاطر یہ کام کرنے ہیں۔

اسی ضمن میں جہاں جہاں اسیروں تک پہنچا جا سکتا ہے اُن کی بھی دیکھ بھال کی کوشش کرنی چاہئے۔ بعض ممالک میں تو قانوناً پابندیاں ہیں، مجبوریاں ہیں لیکن پھر بھی جو احمدی ہیں جو کوشش کرتے رہتے ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ رستے بھی عطا فرما دیتا ہے۔ چنانچہ یورپ میں، امریکہ میں بہت سے احمدی ہیں جنہوں نے رسائی حاصل کر لی ہے۔ قید خانوں تک اور اُن کے افسران نے اُن کو اجازت دی ہے وہ بعض قیدیوں سے ملتے ہیں اُن کی خدمت کرتے ہیں، اُن سے حُسن سلوک کرتے

ہیں ۔ پاکستان میں بہت تعداد ایسے قیدیوں کی ہے جو سخت مظلومی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں ۔ پس عَلٰی حُبِّہٖ کا ایک نیا مضمون اس خدمت میں یہ پیدا کریں کہ **اسیران راہ مولیٰ کی خاطر اُن قیدیوں پر رحم کریں** ۔ یہ بھی عَلٰی حُبِّہٖ ہی ہے کہ خدا کی محبت کی خاطر جن قیدیوں کا دُکھ آپ کو ہے اُن کی خاطر اُس جیسے دُکھوں والوں کے دُکھ دور کرنے کی کوشش کریں ۔ وہ تو چند قیدی جو ہیں اس وقت اُن کے لیے جماعت بھی کوشش کرتی ہے، ہر طرف سے لوگوں کی نظر ہے لیکن بہت سے خدا کے بندے ایسے مظلوم ہیں پاکستان میں جن کو قید میں جھونک کر بُھلا دیا گیا ہے کلیۃً ۔ چنانچہ ہمارے انہیں قیدیوں نے جو راہ مولیٰ میں قید ہوئے انہوں نے جو مجھے خطوط لکھے ہیں اُن سے پتا چلتا ہے ۔ نہایت ہی دردناک مناظر سامنے آئے ہیں ۔ بعض جیلوں سے پتا چلا کہ بعض ہندوؤں کو بیس بیس سال سے قید میں ڈالا ہوا ہے اور یہ شک اُس وقت پڑا کہ یہ شاید انڈیا کے جاسوس ہیں نہ کوئی مقدمہ نہ اُس کی کوئی دیکھ بھال کسی نے مُڑ کر اُن کی خبر نہیں لی کلیۃً بُھلا دیا گیا ۔ بعض قیدیوں کے متعلق پتا چلا کہ آوارگی میں اُن کا چلان ہوا کسی دوسرے شہر سے آئے تھے اور جب انہوں نے شور مچایا تو ان کو آہستہ آہستہ پاگل قرار دینا شروع کیا، اُن پر مظالم کیے گئے چونکہ مقدمہ کوئی نہیں کوئی اصول نہیں ہے اُس قید کا اس لیے بعض واقعۃً پاگل ہو کر بعض کال کوٹھریوں میں زندگی گزار رہے ہیں ۔ ایسے ہی ایک قیدی سے جو بالکل پاگل دکھائی دیتا تھا ایک ہمارے اسیر راہ مولیٰ نے تعلق پیدا کیا، اُس کے پاس پہنچا اور وہ کلمے میں قید ہونے والوں میں سے تھا ایک اور آہستہ آہستہ اُس نے محسوس کیا کہ وہ تو عقل کی باتیں بھی کر رہا ہے ۔ کچھ دیر کے بعد وہ اُس سے کُھل گیا اُس نے کہا میں تو ٹھیک ٹھاک ہوں مجھے تو ان بدبختوں نے پاگل کیا ہوا ہے ۔ اتنے سال ہو گئے ہیں گوجرانوالہ میں میں چل رہا تھا ایک جگہ فلاں جگہ سے میں آیا تھا ۔ مجھے پولیس نے خواہ مخواہ پکڑ لیا میں نے بھی آگے سے اکڑ دکھائی ہوگی، یہ تو نہیں کہا اُس نے کہ دکھائی مگر میرا یہ اندازہ ہے کہ وہ آگے سے بولا ہوگا تو اُس کو پکڑ کر جیل میں ٹھونس دیا اور چونکہ کوئی باقاعدہ کارروائی نہیں ہوئی اس لیے اُس کو نکالنے کا رستہ کوئی نہیں ہے اور اب اُس کی حالت یہ تھی کہ وہ جیل میں چیخیں مارتا اور پاگلوں والی حرکتیں کرتا اور واقعۃً حقیقت میں وہ پاگل بھی نہیں تھا ۔ ایسے ایسے دردناک واقعات اور بھی ملے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ ہماری جیلوں میں انتہائی مظالم ہو رہے ہیں اور شدید رشوت ستانی بھی چل رہی ہے ساتھ ۔ کسی غریب کی مدد کرنے کے لیے جو

جیل والے ہیں اُن کو جب تک خوش نہ کریں آپ غریب تک بھی نہیں پہنچ سکتے ۔اس لیے ان اسیروں کی خدمت کے لیے آپ کو کچھ غیر اسیروں کی بھی ساتھ ساتھ خدمت کرنی پڑے گی ۔لیکن للہ برداشت کریں ان باتوں کو تکلیف تو بہت ہوتی ہے کہ ایک اللہ کا بندہ مصیبت میں مبتلا ہے ۔خدا کی خاطر اُس کے دُکھ دور کرنے کے لیے جارہے ہیں اور رستے میں رشوت کے ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں کہ اس پہ کچھ ڈالو گے تو ہم تمہیں خدمت کرنے دیں گے لیکن خدا کی خاطر جہاں اور تکلیفیں برداشت کرتے ہیں وہاں یہ بھی سہی ۔مگر کوشش بہر حال ہونی چاہئے کہ پاکستان میں جتنے بھی قیدی مظلومیت کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اُن سب تک تو آپ نہیں پہنچ سکتے لیکن کچھ تک ضرور پہنچیں اور محض للہ پہنچیں اور اُن کی جیلوں کے اندر اُن کی عید بنانے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان چیزوں کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ دو تین چیزیں خصوصیت کے ساتھ میں نے چُنی تھیں آج کی نصیحت کے لیے۔ ایک بات تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فطرانے کے متعلق عموماً باہر غفلت برتی جاتی ہے اور رمضان کا تعلق عطا یعنی غریبوں اور مسکینوں وغیرہ کو خدا کی خاطر کچھ دینے سے بہت گہرا ہے۔

چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ سارے رمضان مبارک میں کثرت کے ساتھ غرباء پر خرچ کیا کرتے تھے ۔روایتوں میں آتا ہے کہ یوں لگتا تھا کہ جیسے آندھی چل پڑی ہے (بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر:۱۷۶۹) اس طرح آپ خیرات عام کر دیا کرتے تھے اور خصوصیت سے مسلمانوں کی تربیت کی خاطر ایک چیز صدقۃ الفطر رکھی گئی جس کو ہم فطرانہ کے طور پر جانتے ہیں۔ یہ ہمارے عرف عام میں آج کل اسے فطرانہ کہا جاتا ہے اس کا نام ہے صدقۃ الفطر ۔چنانچہ آنحضرت ﷺ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ عید سے پہلے صدقۃ الفطر ضرور دینا چاہئے اور یہ صدقۃ الفطر کو ٹال ٹیکس کی طرح کی چیز ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ وسیع ۔ ہر بچے پر بھی صدقۃ الفطر ہے اور آپ نے فرمایا کہ اگر عید کے دن بھی کوئی بچہ پیدا ہو تو اُس کا بھی صدقۃ الفطر ادا کرو (مسلم کتاب الزکاۃ حدیث نمبر:۱۸۷۱)۔ یہ بتانے کے لیے کہ مسلمانوں کی تکلیف میں سارے مسلمانوں کا شامل ہونا ضروری ہے اور اس میں غریب بھی شامل ہوتے ہیں امیر بھی شامل ہوتے ہیں۔ صدقۃ الفطر کی تعریف مختلف رنگ میں کی گئی ہے یعنی کتنا ہونا چاہئے ،کیسا ہونا چاہیے شروع میں تو جو اُس زمانے کے لحاظ سے نصیحت فرمائی گئی وہ یہ تھی کہ ایک صاع ایک پیمانہ ہے اس کے برابر کھجوریں یا جَو وغیرہ جو اُس وقت میسر تھیں وہ دے

دیئے جائیں ۔ بعد میں جب باہر سے اچھی گندم آنا شروع ہوئی تو حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک صاع گندم کی بجائے آدھا صاع گندم مقرر ہوا کیونکہ اُس زمانے میں کھجور کی قیمت کے مقابل پر گندم کی قیمت زیادہ تھی اور آدھا صاع گندم ایک صاع کے برابر تھی ۔ پھر بعد میں فقہاء نے اس سلسلے میں اختلاف شروع کیے اور بعض اس طرف چلے گئے کہ نہیں گندم کے پوری ایک صاع ہی یعنی مسئلے کہ مطابق ایک صاع گندم پوری دینی چاہئے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے صاع کا پیمانہ مقرر فرمایا تھا۔ بعض یہ کہتے تھے کہ نہیں یہ تو حکمت سے کام لینا چاہئے ۔آنحضور ﷺ نے ایک قیمت مقرر کی ہے اور قیمت کے لحاظ سے خلفیۃ اللہ حضرت عمرؓ بہتر سمجھتے تھے منشاء نبوی کو اور آپ نے بالکل درست فرمایا کہ مراد تھی کہ یہ قیمت ہے اندازاً اس کے مطابق ادا کرو۔ چنانچہ آدھا صاع گندم دینی چاہئے ۔ بعد میں ہمارے زمانے میں احمدی فقہاء علماء نے اپنی طرف سے ایک نسبتاً وسیع رستہ اختیار کیا اور کہا کہ ٹھیک ہے جو ایک صاع گندم کے برابر قیمت دے سکتا ہے وہ ایک صاع گندم کی قیمت دے دے، جو آدھے صاع کے برابر قیمت دے سکتا ہے وہ آدھے صاع کے برابر دے دے ۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اگر کھجوروں کے اوپر دیکھا جائے تو ہمارے ملک میں تو ایک صاع کھجور کے مقابل پر کئی صاع گندم کے بن جائیں گے اور اگر ایک دفعہ آپ نے اس اصول کو تسلیم کر لیا کہ قیمت مراد ہے تو پھر اس اصول کو جاری رکھنا چاہئے پھر اس اصول کو دو قدم پر جا کر کیوں کھڑا کر دیتے ہیں یعنی حضرت عمرؓ کے زمانے میں کیوں کھڑا کر دیتے ہیں ۔ جس اصول کے پیش نظر حضرت عمرؓ نے پیمانے کو بدلہ ہے ۔ وہ اصول اگر سچا ہے تو ہمیشہ کام کرنا چاہئے ۔ اُس کو اس لیے اگر اُس وقت پیمانہ آدھا ہو گیا تھا تو پیمانہ دوگنا بھی تو ہو سکتا ہے، چار گُنا بھی تو ہو سکتا ہے ۔ اب انگلستان میں بھی آپ ایک صاع گندم کے حساب سے ہی فطرانہ مقرر کرتے ہیں اور وہی مسئلہ آج تک ہماری کتابوں میں چلا آ رہا ہے کہ جس نے پورا صاع دینا ہے وہ پورا صاع دے دے جس نے آدھا صاع دینا ہے آدھا صاع دے دے حالانکہ کھجور ایسی چیز ہے جس کو ہم آج بھی پیمانے کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں، بنیادی ایک قدر کے طور پر استعمال کر سکتے ہیں ۔ یہاں جہاں تک میرا تاثر ہے ایک صاع کھجور میں تو آٹھ دس صاع گندم کے آ جائیں گے ۔ تو کھجور کی قیمت کیوں نہیں رکھ لیتے ،سیدھی بات ہے چھوڑیں گندم کے قصّے کو اب ۔ کھجور کی جو قیمت جس ملک میں جتنی بنتی ہے اُسی پیمانے سے کر دیں آپ یا کچھ زائد کر دیں تو کوئی حرج کی بات

نہیں۔مگر ہر شخص پر اس کا اطلاق ہونا چاہئے اور اس ضمن میں بقیہ جو ایام رہ گئے ہیں اپنے بچوں کی یہ تربیت کریں کہ اُن کو رمضان سے یہ سبق بھی سیکھنا چاہئے کہ خدا کی راہ میں کچھ نہ کچھ وہ خرچ کریں۔

یہ جو عادت ہے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت ہی ایک ایسی پاکیزہ عادت ہے جو ساری زندگی میں انسان کے اندر اُس کی نیکیوں کی حفاظت کرتی چلی جاتی ہے اور انہیں بڑھاتی چلی جاتی ہے اور اس سے آگے پھر دوسری نیکیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔اس لیے اس موقع پر آپ بچوں سے پیسے دلوانے کی کوشش کریں جہاں تک ممکن ہے اپنی طرف سے صرف ادا نہ کریں بچوں کو دے کر اُن سے کہیں کہ غرباء کی ہمدردی میں دیا جا رہا ہے اس لیے تم دو اور سارا مسئلہ اُن کو سمجھائیں کیونکہ یہ ایسا ملک ہے جہاں براہ راست بچوں کو غریبوں کی خدمت کا موقع نہیں ملتا اور یہ جذبہ پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ سارے ہی کم سے کم اس معیار پر ہیں کہ اُن کو تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔افریقہ اور دوسرے مشرقی ممالک جہاں بھوک ہے وہ دور ہیں براہ راست اُن تک پہنچ نہیں سکتے لیکن عید کے موقع پر ایک احساس پیدا ہوسکتا ہے کہ ہاں ہم پر فرض ہے ہم نے ضرور غرباء کی خاطر کچھ ادا کرنا ہے۔تو اس نکتہ نگاہ سے اپنے فطرانے پر نظر ثانی کریں اور جتنے گھر کے افراد ہیں نوکر ہوں تو نوکر بھی سب شامل ہیں اس میں **بلکہ مہمان آیا ہوا ہو تو اُس کی طرف سے بھی فطرانہ دینا ضروری ہے**۔اگر مہمان نہیں دیتا تو یہ میزبان کا فرض ہے اُس کی میزبانی میں یہ بات داخل ہے کہ اپنے مہمان کا بھی فطرانہ ادا کرے۔تو انگلستان میں تو یہ بات فوراً پہنچ جائے گی آپ اس پر عملدرآمد کر سکتے ہیں اور باقی مغربی ممالک میں بھی فون کے ذریعے آج ہی پیغام بھجوا دیں گے انشاءاللہ اور مشرقی ممالک میں عموماً نسبتاً معیار بلند ہے لیکن بہر حال جہاں تک یہ آواز پہنچ سکتی ہے بچوں کی رمضان مبارک میں اس پہلو سے بھی تربیت کیا کریں کہ اُن کے دل میں غریب کی ہمدردی پیدا ہو اور براہ راست قربانی کا جذبہ پیدا ہو اور اُس کا مزہ بھی اُٹھا لیں کچھ نہ کچھ۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس رمضان مبارک کے حقوق ادا کرسکیں اور یہ آخری رمضان جو اس صدی کا ہے اپنے پیچھے ایسی برکتیں چھوڑ جائے جن کا کوئی آخر نہ ہو۔آغاز تو ہو مگر وہ برکتیں جاری وساری ہوں کبھی ختم نہ ہونے والی ہوں اور اس رمضان کی برکتوں سے خصوصیت کے ساتھ ہم اس قابل ہوسکیں کہ اگلی صدی میں پہلے سے بہتر وجود کے طور پر داخل ہوں اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ سارے کام جو ہمارے سپرد اگلی صدی کی تیاری میں کیے گئے ہیں اُن کو ہم کما حقہ احسن رنگ میں سرانجام دیں سکیں۔آمین۔